بھی غیر مفید بلکہ مضر ہے ۔ ہمارے اسلاف کا دستور یہ تھا کہ ایسی کوئی چیز سامنے آجاتی تھی تو تاویلات و توجیہات کرتے تھے اور مصنف کی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کرتے تھے اور جب کچھ بس نہیں چلتا تھا تو کہتے تھے :

خطائے بزرگاں گرفتن خطا ست

اللہ تعالیٰ مصنف، کی خطاؤں سے درگذر فرمائے یہ مصنف کا سہو ہے ۔

(باقی آئندہ)

حضرت عثمان ذوالنورینؓ

جناب پروفیسر مولانا سعید احمد اکبرآبادی

کی نئی پیش کش

اسے کا مطالعہ کرکے استفادہ فرماویں

۳۴۴ صفحات ۔ قیمت مجلد ریگزین

-/42 روپے

ندوۃ المصنفین، اردو بازار دھلی

اجتہاد کا تاریخی پس منظر

تالیف : مولانا محمد تقی امینی

اجتہاد کا مسئلہ تاریخ کے ہر دور میں نازک سمجھا گیا اور ہر دور میں اس کی ضرورت و اہمیت محسوس کی گئی ہے لیکن اس مسئلہ پر کوئی جامع اور محققانہ کتاب اردو میں اب تک نہیں لکھی گئی تھی ۔ خوشی کی بات ہے کہ مولانا امینی جن کا اصل میدان فقہ و اجتہاد ہے اور عرصہ سے اس موضوع پر کام کر رہے ہیں ۔ انھوں نے ادھر توجہ کی اور یہ کتاب مرتب کر کے اہل علم پر عظیم احسان کیا ۔ کتاب کے مباحث میں اس قدر جامعیت و تنوع ہے کہ علماء و طلباء دونوں کے لیے یکساں مفید ہے ۔ ہمارا مشورہ ہے کہ حضرات اساتذہ درس کے وقت اور طلباء مطالعہ کے وقت ضرور اپنے پاس رکھیں ۔

قیمت ۱۵ روپے

ندوۃ المصنفین ، اردو بازار ۔ دہلی

ابوحیّان التوحیدی

حیات اور تصنیفات

جناب بدر الدین بٹ لیکچرر شعبہ عربی و اسلامیات اسلامیہ کالج سری نگر کشمیر

چوتھی صدی ہجری کے جن عرب ادبار کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوئی، ان میں ابوحیان توحیدی کا نام پہلی صف میں ہے۔ ترجمہ نگاروں کو اُن کے اصل نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اُن کا اصل نام علی بن محمد بن عباس تھا[1] جبکہ بعض کی یہ رائے ہے کہ ابوحیان احمد بن عباس[2] اصل نام تھا۔ ترجمہ نگاروں کی اکثریت پہلی رائے کے حق میں ہے اس لیے قابل ترجیح نام علی بن محمد بن عباس ہی ہے۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ توحیدی کی جائے ولادت کہاں ہے۔ اس سلسلے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بغداد کے تھے، بعض کے نزدیک وہ شیرازی[3] تھے، کچھ انھیں نیشاپوری کہتے ہیں اور کچھ واسطی قرار[4] دیتے ہیں۔ توحیدی کے قدیم تذکرہ نگاروں کے علاوہ جدید محققین بھی ان کے وطن کے بارے میں متفق نہیں ہیں۔ مرحوم کُرد علی کا خیال ہے کہ وہ عربی الاصل تھے[5]۔ ان کے ایرانی ترجمہ نگاروں نے بھی اُن کے وطن کے [illegible]

توحیدی بھی اس سلسلے میں خاموش ہیں مگر بعض قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عرب تھے۔ پہلے توحیدی کا نسب ہی دکھاتا ہے کہ وہ عرب ہی تھے جو اس طرح ہے: ابوحیان علی بن محمد بن عباس التوحیدی، دوسرے فارسی زبان سے ان کی ناواقفیت حالانکہ وہ ایران میں خاصے عرصہ تک سکونت کرتے تھے، تیسرے صاحب بن عباد کے ساتھ ان کی گفتگو عربی ہی میں ہوتی ہے۔ ابن عباد توحیدی کی موجودگی میں اپنے دوستوں سے فارسی میں بات کرتے ہیں جو توحیدی سمجھ نہیں پاتے۔ چوتھے ابن سوران نے انھیں اقوام عالم کے بارے میں رائے پوچھی تو انھوں نے عربوں کو دوسری اقوام پر ترجیح دی اور شعوبیت پر کڑی تنقید کی۔[6]

جب توحیدی کی جائے پیدائش کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا تو اُن کی تاریخ پیدائش کا صحیح علم نہ ہونا بھی ایک قدرتی امر ہے۔ البتہ قابل ترجیح سال ولادت ۳۱۰ھ ہے۔[7]

ابوحیان توحیدی نے جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ان میں ابوسعید السیرافی، علی بن عیسیٰ الرمانی، قاضی ابوحامد المرورُوزی، یحییٰ بن عدی اور ابوسلیمان المنطقی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب حضرات قرآن، حدیث، فقہ، نحو، فلسفہ، عروض وبلاغت کے معتبر استاد مانے جاتے تھے۔

ابوحیان بغداد میں کتابت کا کام کرتے تھے۔ ورّاق کی حیثیت سے وہ خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔ خدمت کے لیے لونڈی رکھی تھی۔ اور دوسروں کی مالی معاونت کرنے کی پوزیشن میں بھی تھے۔[8]

المہلبی، ابن عباد اور ابوالفضل ابن العمید کے درباروں نے بڑے بڑے شعراء اور ادباء کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ توحیدی چونکہ ان تمام علوم سے بہرہ ور تھے جو ان وزراء کے درباروں میں باریاب ہونے کے لیے ضروری تھے۔ انھوں نے کتابت

کا پیشہ اس امید پر چھوڑا کہ کسی وزیر کے دربار سے منسلک ہونے سے ان کا مستقبل تابناک ہو جائے گا مگر شومئ قسمت سے ان کے خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ ۳۵۱ھ میں وزیر ابوالفضل ابن العمید کے دربار سے وابستہ ہونے کے لیے توحیدی رَے (موجودہ طہران) کا سفر کیا۔ ابن العمید ایک قابل اور منتظم حکمران تھے۔ توحیدی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ توحیدی اس وقت معمولی لباس میں تھے مگر ان کا دل احساس برتری سے لبریز تھا۔ لہٰذا بے نیازی کے ساتھ دربار میں داخل ہو گئے۔ ان کی یہ بے نیازی اور انا ابن العمید کو ناگوار گذری اور انھوں نے فقرہ کسا کہ توحیدی درباری آداب سے بے خبر ہیں[۹]۔ ابن العمید کے تخل اور کسی قدر خود توحیدی کی ترش مزاجی کی وجہ سے انھیں ابن العمید کے دربار سے بے نیل ومرام بغداد لوٹنا پڑا۔ مشہور فلسفی یحییٰ بن عدی نے بغداد میں ۳۶۱ھ میں کئی تقریریں کیں۔ توحیدی نے ان سے خاصا استفادہ کیا[۱۰]۔

ابوالفضل ابن العمید کے انتقال کے بعد اُن کے بیٹے ابوالفتح ابن العمید نے عنانِ وزارت اپنے ہاتھ میں لی۔ اُن کے دورِ وزارت میں بھی توحیدی نے پھر اُن سے رابطہ پیدا کرنا چاہا۔ مگر قسمت نے اس وقت بھی ساتھ نہ دیا لہٰذا مجبوراً رَے سے بغداد لوٹنا پڑا۔ قدرت نے تصنیف وتالیف کا ملکہ عطا فرمایا تھا لہٰذا ناساعد حالات کے باوجود اسی کام میں مشغول ہو گئے۔

ابوالفتح ابن العمید کے قتل کے بعد صاحب بن عباد نے رکن الدولہ کے وزیر کی حیثیت سے رَے میں چارج سنبھالا۔ ابن عباد نے اپنے آپ کو ایک بہترین منتظم اور مدبر ثابت کیا۔ انھوں نے شعراء اور علماء اور ادباء کی سرپرستی کی۔ اُن کا دربار علماء وفضلاء اور شعراء وادباء کا کہکشاں تھا۔ اُن کے انتقال پر ہزاروں مرثیوں نے جنم لیا[۱۱]۔ ابن عباد کی داد ودہش کا حال سن کر ابوحیان نے پھر رختِ سفر باندھا

اور ۳۶۷ھ میں رے پہنچکر ابن عباد کے دربار میں بحیثیت کاتب جگہ پائی۔ یہ کام توحیدی کے من کے موافق نہ تھا۔ وہ کسی مناسب جگہ کے متمنی تھے جو دربارِ صاحب سے مل نہیں پائی لہذا یہاں بھی زیادہ دیر قیام نہ کرسکے۔

ابن عباد کے دربار سے علیحدگی کی وجہ کے بارے میں کئی چیزیں بتائی جاتی ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ صاحب بن عباد اُن لوگوں سے جلتے تھے جو ان کے ساتھ ذرا خودداری کے ساتھ پیش آتے تھے[۱۲]۔ لہذا ان حالات میں توحیدی کے تعلقات ابن عباد کے ساتھ ٹھیک نہیں رہ سکتے تھے۔ دوسرے توحیدی فلسفہ کی جانب مائل تھے اور ان کے کئی اساتذہ فلاسفہ ہی تھے جبکہ ابن عباد کو فلسفہ کے ساتھ چڑ تھی۔ تیسرے توحیدی ان درباری آداب سے بے بہرہ تھے کہ جن میں ہر طرح کی بے جا خوشامد اور چاپلوسی شامل ہے اور جن سے کسی امیر یا حاکم کی نگاہوں میں کوئی مقام حاصل کیا جاسکتا ہے۔ توحیدی چونکہ انتہائی حسّاس اور اپنی صلاحیتوں سے واقف تھے لہذا اِس حدتک ، گر نہیں سکتے تھے جس حدتک درباروں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ضروری تھے۔ چوتھے خود توحیدی کی ترش مزاجی بھی صورت حالات کو بگاڑنے میں ذمہ دار ثابت ہوئی۔ ان کے طنزیہ جملے اور خطوطِ صاحب کو نقل سے انکار، اُن کو دربارِ صاحب سے نکالنے کے لئے کافی تھے[۱۳]۔

توحیدی کو تینوں وزراء کے درباروں سے جن حالات سے دوچار ہونا پڑا اُن سے اُن کو بڑی مایوسی اور کوفت ہوئی جس نے ان وزراء کے خلاف ایک کتاب کو جنم دیا جس میں ان کی حیات کے تاریک اور قابل اعتراض پہلوؤں کو بڑی بے رحمی سے بے نقاب کیا۔

ابن عبّاد کے یہاں سے نکل کر ابو حیان بغداد پھر واپس چلے گئے۔ ان ایام میں ابن سعدان ، جو بھی امیر الامراء، صمصام الدولہ کے وزیر تھے۔ ان کا دربار علماء و فضلاءٗ

فلسفہ، اطبار اور سائنس دانوں کا گنج گرانمایہ تھا۔ اس بے مثال مجمع پر ابن سعدان کو ناز تھا اور وہ بجا طور پر برملا اس کا اظہار بھی کرتے۔[۱۴] ابوالوفار المہندس بھی ابن سعدان ہی کے دربار کے ایک روشن چراغ تھے۔ جن سے توحیدی کی ملاقات ۳۷۰ھ میں ہوئی تھی۔ ابوالوفا حساب اور انجینرنگ کے شعبہ میں ماہر تسلیم کئے جاتے تھے۔ انھوں نے کئی چیزوں کو دریافت کیا اور اپنے میدان میں کئی چیزیں ایجاد کیں۔ ریاضی اور نجوم پر کئی کتابیں لکھیں۔[۱۵]

ابوالوفار نے توحیدی کی حالت زار پر ترس کھاکر انھیں بغداد کے بیمارستان عضدی میں جگہ دلوادی۔[۱۶] ابن سعدان ہی کی سفارش پر ابن سعدان نے توحیدی کو اپنا مصاحب شب بنا دیا۔ توحیدی نے ابن سعدان کی سخاوت، خوش خلقی، ادب سے لگاؤ اور انتظامی صلاحیتوں کی بے حد تعریفیں کی ہیں۔[۱۷] ابوحیان نے ان کے لئے جاحظ کی کتاب الحیوان" کی کتابت کی اور دوستی کے موضوع پر "الصداقۃ والصدیق" نام کی ایک عمدہ تصنیف ان کی خدمت میں پیش کی۔

کچھ وقت کے لیے ایسا لگا کہ مصیبتوں کے سائے ابوحیان کے سر سے ڈھل گئے۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ہی وہ پھر اپنی بدقسمتی کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ ان کے محسن ابن سعدان بھی کسی وجہ سے ان سے ناراض ہو گئے اور وہ ان کی سرپرستی سے محروم ہو گئے۔ توحیدی نے انھیں جذبات سے بھرپور ایک خط لکھا تاکہ ان کی مالی مشکلات دور ہوں۔ توحیدی نے انھیں اپنے دوسرے محسن ابوالوفا کو بھی لکھا۔[۱۸] یہ بات واضح نہیں کہ ابن سعدان کیوں توحیدی سے ناراض ہوگئے۔ مگر اندازہ یہ ہے کہ وہ تنقیدی خیالات جو ابن سعدان کی شبینہ محفلوں میں ان کی درباری شخصیات کے بارے میں ظاہر کئے تھے، وہ کسی طرح متعلقہ شخصیات تک پہنچ گئے ہوں گے۔ انھوں نے جوابًا ابن سعدان کے کان توحیدی کے خلاف بھر دئے ہوں گے۔ نتیجتًا توحیدی کو ان کی

سردمہری کا شکار ہونا پڑا۔[19] ممکن ہے کہ ابوالوفا کی مداخلت سے ابن سعدان اور توحیدی کے تعلقات پھر خوشگوار ہوتے مگر اسی درمیان ابن سعدان کو عبدالعزیز بن یوسف نے قتل کیا اور خود کرسیٔ وزارت پر قابض ہو گئے۔ اور ابن سعدان کے ساتھیوں اور احباب کو پریشان کیا۔[20] توحیدی بھی چونکہ ابن سعدان کے ساتھی تھے اور انھوں نے ابن سعدان کی شبیہ محفلوں میں ابن یوسف کی نکتہ چینی کی تھی۔ لہذا بہت ممکن تھا کہ وہ کسی بڑی مصیبت کا شکار ہوتے۔ وہ خاموشی سے بغداد سے فرار ہوئے اور شیراز آکر باقی ماندہ زندگی وہیں گوشۂ عافیت میں گزاری۔

شیراز میں توحیدی نے عرفان ذات پر اپنا سارا وقت صرف کیا اور فلسفہ و تصوف پر کتابیں لکھیں۔ اسی زمانے میں انھوں نے "المقابسات" "المحاضرات" "الاشارات الالٰھیہ" وغیرہ اہم کتابیں تصنیف کیں۔ یہ تصانیف ان تالیفات سے بالکل علیحدہ مزاج اور انداز رکھتی ہیں جو انھوں نے اس سے قبل جوانی کے زمانہ میں لکھیں۔ مثال کے طور پر البصائر والذخائر، اخلاق الوزیرین اور الامتاع والمؤانسۃ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

۴۰۰ھ میں توحیدی نے جبکہ وہ تقریباً نوے سال کے ہو گئے تھے، اپنی ساری تالیفات جلا ڈالیں، یہ اقدام اس سلوک کے خلاف ایک احتجاج تھا جو زمانے نے ان کے ساتھ روا رکھا۔ قاضی ابوسہل کے نام خط میں توحیدی نے اس کی وجوہ تفصیلاً لکھیں ہیں[21] مگر السیوطی کے بقول ان کی کتابوں کا اکثر حصہ پہلے ہی کاتبوں نے محفوظ کر لیا تھا۔[22] شیراز میں تصنیف و تالیف کے علاوہ توحیدی نے علم و ادب کے شوقین طلباء کو بھی مستفید کیا۔ اس سلسلے میں عبدالرحمان بن مجمع الاصفہانی کا نام لیا جا سکتا ہے۔[23]

آخر دنیا کے اٹل قانون کے تحت توحیدی ۴۱۴ھ کو ایک سو چار سال کی عمر